

ہمیں تاریخ کو درست کرنے دیں۔ نہ صرف وہ ادارہ بلکہ دوسرے ادارے بھی جن پر اس فیصلے کی وجہ سے کوئی داغ لگا ہوا ہو۔ اس داغ کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں مگر اس کے لئے ایک مضبوط فیصلہ دیا جائے جس سے ہم ہمیشہ کیلئے یہ جو تاریخی حقیقت ہے اس پہ ایک فل ٹاپ لگا سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے تو اپنی انتخابی مہم میں یہ موقف بار بار اٹھایا تھا اور آپ کے لیے ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کا تو تین نسلوں سے مسلسل موقف چلا آ رہا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے تمام ادارے اپنی آئینی حدود میں رہ کر کام کریں اور یہی پاکستان کی جمہوری و معاشی ترقی اور وفاق کی مضبوطی میں اہم پیشرفت ہے۔ مگر ہم یہ کیسے کریں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے ادارے بھی چاہے وہ عدلیہ ہو، اسٹیبلشمنٹ ہو یا جو بھی ادارے ہیں، وہ سب اپنے دائرہ کار میں رہ کر کام کریں، اس مقصد کے لئے سب سے پہلے اس ملک کے سیاستدانوں کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہم بھی اپنی اپنی سیاست سیاسی دائرہ کے اندر رہ کر کریں۔ اگر ہم سیاست کے دائرے سے باہر جا کر اپنی سیاست کریں گے، کبھی کسی خاص مائنڈ میں کسی ایک ادارہ پر حملہ کریں گے، کبھی کسی اور وجوہات کی وجہ سے اس ادارہ پر حملہ کریں گے تو ہم پھر میڈیا، عدلیہ یا کسی بھی دوسرے ادارے سے بہتری کی امید نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں رہ کر کام کریں گے۔ اس کے علاوہ آج سیاستدانوں کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا اور یہ طے کرنا ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کی عزت کرنا شروع کر دیں۔

جب تک سیاستدان ایک دوسرے کی عزت نہیں کریں گے یعنی بنیادی آداب جو کہ

ہمیں بچپن سے ہی سکھائے جاتے ہیں، اب وہاں سے شروع ہوتے ہوئے اس پوائنٹ پر آ جائیں کہ اس ملک کی سیاست میں باہمی اختلاف بالاطاق رکھتے ہوئے ایک دوسرے کی عزت نہیں کریں گے تب تک یہ امید نہ رکھیں کہ دوسرے ادارے آپ کی عزت کریں گے۔ اگر ہم آج یہ بنیادی چیزیں طے کر لیں گے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ پاکستان کے بہت سے مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ اگر ہم سیاستدان اپنی ذاتی انا اور آپس کی لڑائیاں جاری رکھیں گے تو ماضی کی طرح میری گزشتہ تین نسلوں کی طرح آئندہ نسلیں بھی ایسا ہوتا دیکھیں گی اور یہ تماشہ مستقبل میں بھی یونہی چلتا رہے گا۔

صحافیوں کے سوالات کے جواب میں بلاول بھٹو نے مزید کہا کہ اگر پاکستان پیپلز پارٹی صرف اپنے بارے میں سوچتی تو معلوم نہیں ہم کیا کچھ کر لیتے یا کیا کچھ کر سکتے تھے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب حالات کیا ہیں۔ ایک تو میں حکومت بنانے کی پوزیشن میں ہوں اور نہ ہی میری ذمہ داری بنتی ہے۔ میری ایوان میں تعداد پوری نہیں ہے اس لئے میں کہہ سکتا تھا کہ میں اپنے ارکان کے ساتھ حلف اٹھائیں گے اور خاموشی سے اسمبلی میں بیٹھ جائیں گے۔ اگر میں یہ فیصلہ کر لیتا تو آج میڈیا کو مسائل بیان کر رہا ہے یعنی معاشی بحران، روٹی کپڑا مکان، کیا یہ خود بخود حل ہو جائیں گے؟ اگر میں کہتا کہ میں نے پہلے بھی مسلم لیگ کے ساتھ کام کیا ہے اور اب پھر میں یہ کہتا کہ میں نے ان کے ساتھ کام نہیں کرنا تو اس سے پاکستان کے عوام کے جو بنیادی مسائل درپیش ہیں جن کا آپ نے ذکر بھی کیا ہے کہ روٹی، کپڑا، مکان

اور معاشی بحران وغیرہ تو ہمارے عمل سے ان مسائل پر توجہ دینا ممکن نہ ہوتی اور کیا جو ملک اس وقت عدم استحکام کا شکار ہے، اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ہمارے جمہوری نظام، سیاسی نظام اور معیشت کو بری طرح نقصان پہنچتا اور سب سے بڑھ کر فیڈریشن کو بھی بہت نقصان پہنچتا۔ اس لئے پاکستان پیپلز پارٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے پاس جو ووٹ مانگے آئے گا ہم اسے ووٹ دیں گے۔ اس کے علاوہ جو دوسری جماعت سنی اتحاد کونسل ہے انہوں نے مجھ سے ووٹ مانگا ہی نہیں اب وہ کیسے اعتراض کر رہے ہیں کہ کسی اور کی حکومت بن رہی ہے۔ اگر آپ خود کوشش نہیں کریں گے تو پھر آپ کی حکومت کیسے بنے گی، ان کا اتنا اعتراض نہیں جس کا وہ دعویٰ کر رہے ہیں اس لئے چاہے کوئی 8 فروری والا ہے یا 9 فروری والا، اس وقت کوئی بھی سیاسی جماعت اکیلے حکومت بنانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ انہوں (پی ٹی آئی) نے خود فیصلہ کیا کہ وہ پیپلز پارٹی سے بات نہیں کریں گے تو پھر ہمارے پاس بھی موقع تھا کہ ہمارے ساتھ جو بات کرے گا ہم ان کا ساتھ دیں اور پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمانی نظام کے اندر رہ کر ملکی مسائل کے حل کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرتی رہے گی۔ ہم سنی اتحاد کونسل کے بہت شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مریم نواز شریف کو بلا مقابلہ وزیر اعلیٰ پنجاب منتخب کروایا ہے، انہوں نے سید مراد علی شاہ، جو کہ تیسری مرتبہ وزیر اعلیٰ سندھ منتخب ہوئے ہیں، ان کی بھی مخالفت نہیں کی۔ اس لئے سنی اتحاد کونسل والوں نے ہم سے ووٹ مانگے اور نہ ہی ہمیں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ ہم شہباز شریف کو ووٹ نہ دیں اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ

ہمیں سنی اتحاد کونسل اور پی ٹی آئی کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کیونکہ ان کے رویے کی وجہ سے  
میاں شہباز شریف بھی بلا مقابلہ وزیراعظم منتخب ہونے جا رہے ہیں۔ اس صورتحال میں آپ  
بھی خوش، ہم بھی خوش، اس سے زیادہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

صحافیوں کے مختلف سوالات کے جواب میں بلاول بھٹو زرداری نے کہا کہ وہ آگے یہ  
دیکھ رہے ہیں کہ صدر عارف علوی صاحب اگلے ہفتے سے ایک بار پھر لوگوں کے دانت دیکھنا  
شروع کر دیں گے۔ ویسے بھی صدارت ان کے بات کی بات نہیں تھی۔ صدر کا عہدہ آئینی  
ہوتا ہے اس لئے انہوں نے کچھ غیر آئینی کام کئے ہیں جو آگے چل کر ان کے لئے مسائل  
کھڑے کر سکتے ہیں۔ اس بات کا آغاز اس رات سے ہو گا جب صدر عارف علوی نے ملک کا  
آئین توڑا اور عدم اعتماد کی تحریک کامیاب ہونے کے باوجود اسمبلی تحلیل نہیں کی۔ اسی طرح  
آئین میں واضح لکھا ہوا ہے کہ ہر حال میں صدر مملکت نے 29 فروری تک قومی اسمبلی کا  
اجلاس بلانا ہے لیکن علوی صاحب آئین توڑتے ہوئے اپنا یہ آئینی فریضہ بھی نہیں نبھا  
رہے۔ اب امکان یہی ہے کہ ان کے خلاف نہ صرف عدم اعتماد کے دوران آئین توڑنے کا  
مقدمہ بنے گا بلکہ اسمبلی کا اجلاس بلانے کا جو ان کا آئینی فریضہ تھا انہوں نے اس پر عمل کرتے  
ہوئے اجلاس نہیں بلایا تو یہ مقدمہ بھی ان کے خلاف ضرور بنے گا تاہم صدارتی اقدامات کا  
حکومت سازی کے عمل پر کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میرے خیال میں اگر صدر عارف علوی  
اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے تو پھر یہ اختیار از خود سپیکر قومی اسمبلی راجہ پرویز اشرف

کے پاس چلا جائے گا اور وہ یہ آئینی ذمہ داری پوری کریں گے۔

صحافیوں کے مختلف سوالات کے جواب میں بلاول بھٹو زرداری نے کہا کہ جہاں تک آپ کے سوال کا مواخذے سے تعلق ہے تو میرے خیال میں ایسا ضروری نہیں ہوگا کیونکہ جیسے ہی قومی اسمبلی الیکٹورل کالج مکمل ہو جائے گا اس کے ساتھ ساتھ صوبائی اسمبلیاں مکمل ہو جائیں گی تو اس کے ساتھ ہی صدر عارف علوی کی مدت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ ہم عارف علوی کو مواخذے کی بجائے الیکشن کے ذریعے گھر بھجوائیں گے۔ جہاں تک آپ کے سوالات کا تعلق 'پیکا' آرڈیننس سے متعلق ہے تو دیکھیں آج میڈیا کی آزادی کی بات ہے اور ڈیجیٹل میڈیا، جو اس وقت ملک میں پوری طرح فعال ہو چکا ہے، اس حوالے سے اگر اسمبلی میں کوئی قانون سازی ہوتی ہے تو پاکستان پیپلز پارٹی اور ایوان کے اندر موجود دیگر سیاسی جماعتیں اپنا اپنا موقف دیں گی۔ ہمارا موقف ہے کہ مضبوط پاکستان میں جتنا بھی زیادہ ہم جمہوریت لے کر آئیں گے، جتنا زیادہ فریڈم آف دی پریس ہوگا، فریڈم آف جوڈیشری ہوگا، جتنی زیادہ آزادی ہوگی ہم اتنا ہی بہتری لانے میں کامیاب رہیں گے۔

مزید سوالات کے جواب میں پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئر مین بلاول بھٹو کا کہنا تھا کہ مصالحت کا عمل بہت ضروری ہے لیکن یہ اتنا آسان بھی نہیں۔ کیونکہ مصالحت کا عمل جب چارٹر آف ڈیموکریسی کے وقف شروع ہوا تھا اس وقت دونوں اطراف سے اپنی اپنی غلطیاں تسلیم تو کر لی گئیں۔ چاہے وہ محترمہ بے نظیر بھٹو شہید تھیں، پاکستان پیپلز پارٹی تھی یا مسلم لیگ

ن تھی، ہم سب نے چارٹر آف ڈیموکریسی کے وقت اپنی اپنی غلطیاں تسلیم کیں اور ان غلطیوں سے سیکھ کر مستقبل کا لائحہ عمل دے دیا۔ تحریک انصاف کا مسئلہ یہ ہے کہ نہ وہ اپنی کوئی غلطی تسلیم کرتے ہیں اور ان کا موقف یہ ہے کہ اگر انہیں کئی موقع ملا تو وہ مختلف انداز میں اپنے آپ کو چلائیں گے۔ وہ آج بھی نہ آئین کو مانتے ہیں نہ جمہوریت کو مانتے ہیں اور نہ اس نظام کو مانتے ہیں۔ مصالحت کا آغاز تو تب شروع ہو سکتا ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ ہم انسان ہیں اور انسانوں سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ وہ کہیں کہ ہم سے بھی غلطیاں ہوئیں لیکن سب سے زیادہ غلطیاں تو اس شخص (عمران خان) نے کیں جو آج اڈیالہ جیل میں ہے۔ اگر وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو پھر مصالحت کا عمل، جس کا ذکر آصف علی زرداری نے پہلے ہی دن اس وقت کیا تھا جب قومی اسمبلی میں ہمارے نمبرز پورے ہو رہے تھے اور صدر زرداری نے پریس کانفرنس کے دوران اعلان کیا تھا کہ مصالحت کے عمل میں پی ٹی آئی بھی شامل ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ پی ٹی آئی کے لئے مشکلات یہ ہیں کہ وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں کہ ان سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔

سندھ میں سید مراد علی شاہ نے بطور وزیر اعلیٰ جو کامیابیاں حاصل کی ہیں شاید آپ صحافیوں کے علم میں نہ ہو مگر سندھ کے عوام نے وہی کارکردگی دیکھتے ہوئے پیپلز پارٹی کو بھاری مینڈیٹ دیا ہے۔ جہاں تک مراد علی شاہ یا سندھ حکومت کی کارکردگی کا سوال ہے تو اس حوالے سے ماہر معیشت حفیظ پاشا نے ”ہیومن سیکیورٹی انڈکس پاکستان 2023ء“ کے نامہ

سے جو کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے تمام صوبوں کا باقاعدہ موازنہ کیا ہے۔ جہاں تک نظم و نسق کا سوال ہے، جہاں تک بات کرنے کی آزادی، خوف سے آزادی کی بات ہے تو پاکستان پیپلز پارٹی نے صوبہ سندھ میں عملی ثبوت دے کر پنجاب سمیت تمام صوبوں کو کارکردگی کے لحاظ سے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

جب آپ کارکردگی کی بات کرتے ہیں یا صوبوں کا موازنہ کرتے ہیں تو میں مانتا ہوں کہ سید مراد علی شاہ نے چکوال میں ایک ترقیاتی کام نہیں کیا تاہم جہاں تک صوبہ سندھ کا تعلق ہے تو اس کی کارکردگی باقی صوبوں کے مقابلے میں ناصرف بہترین تھی۔ اب جو ہمیں آئندہ مسائل درپیش ہیں ان میں سیلاب متاثرین کو گھر بنا کر دینے ہیں، 50 فیصد سندھ کے تعلیمی ادارے ہیں جنہیں سیلاب کی وجہ سے بہت نقصان پہنچا، انہیں دوبارہ بحال کرنا ہے۔ جس طرح مفت علاج معالجے کے لئے خیرپور سے کراچی تک ہسپتال بنائے ہیں جو کہ چکوال میں نہیں ہیں، ان ہسپتالوں کا دائرہ کار صوبہ سندھ کے ہر ضلع تک پھیلا نا ہے۔ یہ تمام کام پورے کرنے کے لئے ہمیں سید مراد علی شاہ کی ضرورت تھی اس لئے انہیں ناصرف وزیر اعلیٰ نامزد کیا بلکہ انہیں وزیر اعلیٰ بنوایا بھی ہے اور اب وہ ان کی حلف برداری کی تقریب میں جا رہے ہیں۔

بلاول بھٹو زرداری نے مختلف سوالات کے جواب میں مزید کہا کہ انہوں نے ضرور کہا

تھا کہ اگر وہ وزیراعظم منتخب ہوئے تو "Truth and Reconciliation Commission" قائم کروں گا جو نشانہ ہی کرے گا اور اگر کوئی سیاسی قیدی نکلا تو انہیں

فوری طور پر رہا کریں گے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ پاکستان کے عوام نے مجھے وہ  
مینڈیٹ نہیں دیا کہ میں وزیراعظم بن سکوں تاہم میں وزیراعظم شہباز شریف کو اس حوالے  
سے اپنی تجویز ضرور دوں گا تاہم وعدہ نہیں کر سکتا۔

